باب 5

مکتب و مسجد

سوال: علم و تعلیم کا معنی و مفہوم بیان کیجئے۔ نیز قرآن و سنت کی روشنی میں ان کی ضرورت واہمیت بیان کیجئے۔

جواب

علم و تعلیم: معنی و مفہوم اور ضرورت واہمیت

علم و تعلیم کا معنی و مفہوم:

علم کا معنی و مفہوم: علم کا لغوی معنی جاننا، پہچاننا، واقف ہونا، سمجھا اور سیکھنا وغیرہ ہے۔ اصطلاح میں علم سے مراد کسی بھی چیز کو سمجھنا اور حقیقت کی کھوج لگانا ہے۔

تعلیم کا معنی و مفہوم: تعلیم کا مادہ بھی "ع۔ل۔م" ہی ہے۔ یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ تعلیم کا مطلب ہے کسی کو کچھ سکھانا اور سمجھانا۔

علم و تعلیم کی ضرورت واہمیت:

شریعت اسلامیہ میں علم و تعلیم نہایت اہم ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی سب سے پہلی وحی کا سب سے پہلا لفظ ہی علم کا حکم تھا کہ: (اقرا) 96 العلق 1 (پڑھ).

ذیل میں ہم آیات واحادیث کی رو سے علم کی ضرورت واہمیت واضح کر رہے ہیں:

آیات قرآنیہ: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات ذکر کر رہے ہیں:

☆ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ .(96 العلق 1)
اپنے رب کے نام سے پڑھ کہ جس نے پیدا کیا۔

☆ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ .(39 الزمر 9)
آپ کہئے کہ کیا وہ لوگ کہ جو جاننے والے ہیں اور وہ لوگ کہ جو نہیں جانتے آپس میں برابر ہو سکتے ہیں۔

☆ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ .(58 المجادلہ 11)
اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا کہ جو تم میں سے ایمان رکھتے ہیں اور وہ کہ جن کو علم دیا گیا ہے۔

☆ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا .(20 طه 114)
اور کہہ کہ اے میرے ربّ! میرے علم میں اضافہ فرما۔

☆ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا .(35 فاطر 28)
بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

☆ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ .(29 العنکبوت 43)
اور ان (مثالوں) کو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

☆ **قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (6 الانعام 97)**
تحقیق ہم نے علم والوں کے لئے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں۔

احادیث نبویہ:

اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''ایک عالم کی فضیلت ایک عابد پر ایسے ہے کہ جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ پر۔''
☆ ''تم میں سے بہترین وہ ہے کہ جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے۔''
☆ ''جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپس لوٹنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔''
☆ ''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''
☆ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''
☆ ''عالم بنو یا متعلم بنو اور اس کے سوا تیسرے نہ بنو پس تم ہلاک ہو جاؤ گے۔''
☆ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں والے اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لئے خیر کی دعا کرتی ہیں۔''

سوال: علم و تعلیم کے اغراض و مقاصد اور فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔

جواب

علم و تعلیم کے اغراض و مقاصد اور فوائد و ثمرات

اسلام نے علم اور تعلیم و تعلم کو ایک خاص اہمیت دی ہے اور اس پر زور دیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان اغراض و مقاصد یا فوائد و ثمرات کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے علم کو اس قدر اہمیت و فضیلت حاصل ہے۔

1- معرفت الٰہی: علم کے ذریعے بندہ اپنے رب کو پہچانتا ہے اور اس کی قدرت و اختیار سے واقف ہوتا ہے۔ رب کی یہی پہچان اس میں تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے کی صفت پیدا کرتی ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا .(35 فاطر 28)
بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

2- خود شناسی: علم کے ذریعے بندہ خود اپنی ذات اور اپنی حقیقت و حیثیت کو بھی پہچانتا ہے۔ اسے علم ہی کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ اس وسیع و عریض کائنات میں اس کا مقام کیا ہے۔

3- اشرف المخلوقات: علم ہی کی وجہ سے انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات بنتا ہے۔ فرشتوں پر جو انسان کی برتری ثابت کی گئی تھی وہ علمی برتری ہی تھی کہ:

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا .(2 البقرہ 31)
اور آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھلا دیئے گئے۔

4- انبیاء کی وراثت کی حفاظت: حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''
معلوم ہوا کہ انبیاء کی وراثت علم ہے۔ تو اب ظاہر بات ہے کہ علم سیکھنے، سکھانے سے ہی علم کی ترویج ممکن ہو سکے گی اور انبیاء کی وراثت کی حفاظت ہو سکے گی۔

5- صدقہ جاریہ: علم صرف آدمی کی زندگی ہی میں اس کے لیے نفع بخش نہیں ہوتا بلکہ انسان کسی بھی قسم کا علمی کام کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا کیونکہ جب تک لوگ اس کے علمی کام سے ہدایت اور فائدہ حاصل کرتے رہیں گے تب تک اس آدمی کو اس علمی کام کا اجر ملتا رہے گا۔

6- قرآن حکیم کا صحیح فہم: قرآن حکیم ہماری زندگیوں کے لئے لائحہ عمل ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ علم کے ذریعے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر اس کے مشکل مقامات اور ایسے مقامات کہ جہاں تمثیلی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے کہ ان کو سمجھنے کے لئے علم نہایت ضروری ہے۔

☆ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ .(29 العنکبوت 43)

اور ان (مثالوں) کو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

7- خیر کی دعا: اچھا علم سکھانے والے کے لئے تمام مخلوقات خیر کی دعا کرتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں والے اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لئے خیر کی دعا کرتی ہیں۔''

8- تسخیر کائنات: علم ہی کے ذریعے انسان کائنات کی ہر چیز کو اپنے فائدے میں لانے کے قابل ہوتا ہے۔ انسان نے جو بڑی بڑی ایجادات کی ہیں وہ سب علم ہی کے ذریعے کی ہیں۔

9- فضیلت و برتری: علم کے ذریعے انسان کو فضیلت و برتری حاصل ہوتی ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط .(58 المجادلہ 11)

اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا کہ جو تم میں سے ایمان رکھتے ہیں اور وہ کہ جن کو علم دیا گیا ہے۔

10- ترقی و سربلندی: انسان ترقی و سربلندی کے جس قدر مدارج طے کرتا ہے وہ علم ہی کے ذریعے طے کرتا ہے۔ علم ہی کے ذریعے وہ بڑے بڑے امور سرانجام دیتا ہے۔

11- عمل کی بنیاد: کوئی بھی عمل کرنے کے لیے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے۔ بغیر علم کے تو کسی چیز کے متعلق بات کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ .(17 بنی اسرائیل 36)

اور جس بات کی تجھے خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

12- حصولِ معاش: حصول معاش کے لیے بھی علم نہایت ضروری ہے۔ حصولِ معاش کا کوئی بھی ذریعہ ہو بہر حال اس کے لئے کسی نہ کسی حد تک علم ہونا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ علم صرف وہی نہیں ہے کہ جو کتابوں سے حاصل کیا جاتا ہے بلکہ کسی بھی چیز کی سمجھ ہونا علم ہے۔ علم کی اس وسیع تعریف کے مطابق ایک مزدور اگر اینٹیں اٹھانے یا سیمنٹ گھولنے وغیرہ کی سمجھ رکھتا ہے تو یہ بھی اس کا علم ہے۔ اسی لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حصولِ معاش کے کسی بھی کام کو اپنانے کے لئے بہر حال اس کے متعلق علم ہونا ضروری ہے۔

13- لازوال نعمت: علم ایک ایسی لازوال نعمت ہے کہ جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ دنیا کی باقی نعمتیں خرچ ہونے کے ساتھ ساتھ ختم ہوتی رہتی ہیں لیکن علم خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتا ہے۔

14- دین کا فہم: انسان کی اُخروی فلاح اور کامیابی کا مدار دین پر ہے اور دین کا فہم علم ہی سے آسکتا ہے۔ جب تک بندہ علم حاصل نہ کرے تب تک اسے دین کا صحیح فہم حاصل نہیں ہوسکتا۔

15- تحقیق: قرآن حکیم میں بار بار غور و تدبر اور فکر و تحقیق کی دعوت دی گئی ہے۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ .(29 العنکبوت 20)

آپ کہیئے کہ زمین میں چلو پھر واپس دیکھو کس طرح پیدائش کو شروع کیا ہے۔

16- اشاعت و تبلیغ: اشاعت و تبلیغ کی بنیاد بھی علم پر ہی رکھی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک بندے کو خود ہی علم نہ ہو تب تک وہ اشاعت و تبلیغ کیسے کر سکتا ہے۔

سوال: علم کی مراتب بیان کیجئے نیز اسلامی تعلیم کی نوعیت و خصوصیات پر بحث کیجئے۔

جواب: علم کے مراتب اور اسلامی تعلیم کی نوعیت و خصوصیات

علم کے مراتب:

جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اس کی تخلیق کے ساتھ ہی علم سے نواز دیا گیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی میں بھی تعلیم اور تخلیق دونوں کا ذکر ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ O .(96 العلق 1)

اپنے رب کے نام سے پڑھ کہ جس نے پیدا کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تخلیق کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ اگر ہم غور و فکر کریں تو معلوم ہوگا کہ تعلیم اور تخلیق میں سے ہر ایک کے دو دو مراحل اور مراتب ہیں اور تعلیم کا پہلا مرحلہ تخلیق کے پہلے مرحلے کے ساتھ متعلق ہے اور تعلیم کا دوسرا مرحلہ تخلیق کے دوسرے مرحلے کے ساتھ متعلق ہے۔

پہلا مرحلہ یا مرتبہ و درجہ:

تعلیم کا پہلا مرحلہ یا مرتبہ و درجہ شعور ہے اور تخلیق کا پہلا مرحلہ میں مرتبہ و درجہ مٹی سے حضرت آدمؑ کی تخلیق ہے۔ تعلیم کا یہ پہلا مرحلہ تخلیق کے اس پہلے مرحلے کے ساتھ متعلق ہے کہ تخلیق آدمؑ سے ہی انسان میں شعور رکھ دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ایک بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس میں کسی نہ کسی حد تک شعور ہوتا ہے مثلاً اسے دودھ پینے اور تکلیف پر رونے وغیرہ کا شعور پیدائش سے ہی ہوتا ہے۔

دوسرا مرحلہ یا مرتبہ و درجہ:

تعلیم کا دوسرا مرحلہ یا مرتبہ و درجہ مکتب میں سے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا ہے اور تخلیق کا دوسرا مرحلہ یا مرتبہ و درجہ ماں باپ کے ملاپ سے بچے کی تخلیق ہے۔ تعلیم کا یہ دوسرا مرحلہ تخلیق کے اس دوسرے مرحلے کے ساتھ متعلق ہے۔ کوئی بھی انسان پیدائش کے وقت سے ہی کسی مکتب کا تعلیم یافتہ نہیں ہوتا بلکہ پیدائش کے بعد آہستہ آہستہ شعور میں پختگی آنے کے ساتھ ساتھ وہ مکتب کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔

حرفِ اختتام:

ہماری سابقہ بحث سے تعلیم کے دو مراتب معلوم ہوئے: شعور اور مکتب کی باقاعدہ تعلیم۔

اسلامی تعلیم کی نوعیت:

اسلامی تعلیمات کے مطابق تعلیم دو طرح سے ہے:

1- فرض عین:

یعنی ایسی تعلیم کہ جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ دینی تعلیم میں اس حد تک کہ جس سے انسان کو اسلام کے

بنیادی عقائد و اعمال کا علم ہو جائے اور روز مرہ میں پیش آنے والے مسائل کا علم ہو جائے یہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ دنیاوی علوم میں اس حد تک کہ بندہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکتا ہو یہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

2- فرض کفایہ:

یعنی ایسی تعلیم کہ اگرچہ وہ بھی ضروری ہے لیکن ہر ایک کے لیے نہیں۔ اس میں ہر طرح کی دینی و دنیاوی تعلیم جس حد تک ممکن ہو شامل ہے۔

اسلامی تعلیم کی خصوصیات:

اسلامی اور دینی تعلیم اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر کسی بھی دوسری تعلیم سے منفرد ہے۔ ذیل میں ہم ان خصوصیات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- مادیت و روحانیت کا امتزاج: دنیا کے دوسرے کسی بھی نظام تعلیم کا مطالعہ کیجئے، کہیں آپ کو صرف مادیت نظر آئے گی اور کہیں صرف روحانیت۔ مثلاً جدید علوم کے حامی صرف مادیت کی ترویج چاہتے ہیں اور اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے مذہبی راہنما صرف دینی تعلیم اور روحانیت کو رواج دینا چاہتے ہیں لیکن اسلامی نظام تعلیم میں ہمیں ایک طرف قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم نظر آتی ہے تو دوسری طرف اسلام جدید سائنسی علوم اور نئی سے نئی تحقیق کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

2- دنیا و آخرت میں نافع: اسلام چونکہ تعلیم میں مادی و روحانی ہر دو پہلوؤں کو مدنظر رکھتا ہے اس لئے اسلامی نظام تعلیم دنیا و آخرت دونوں میں نافع ہے۔

3- اخلاقیات: اسلامی نظام تعلیم کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلامی نظام تعلیم نے ایک باقاعدہ نظام اخلاق متعارف کرایا ہے اور اسلام اچھے اخلاق کو نہ صرف یہ کہ اپنانے کی دعوت دیتا ہے بلکہ اچھے اخلاق سکھلاتا بھی ہے۔

4- تقویٰ و پرہیزگاری: اسلام ہمیں تقویٰ اور پرہیزگاری کا درس دیتا ہے اور اسلامی نظام ہمیں سکھلاتا ہے کہ تقویٰ کیا ہے اور اسے کس طرح اپنایا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی نظام تعلیم میں ایک پاکیزگی دکھائی دیتی ہے۔

5- علم برائے عمل: اسلامی نظام تعلیم ہمیں صرف علم برائے علم ہی نہیں بتلاتا بلکہ علم پر عمل کی بھی دعوت دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔"

6- رضائے الٰہی: اسلامی نظام تعلیم صرف ایک نظام تعلیم ہی نہیں بلکہ یہ رضائے الٰہی کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔ یہ ایک طرف اپنے سیکھنے والوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کون سے اطوار اپنانے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف اس نظام تعلیم سے وابستہ ہونا بھی بذات خود رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

سوال: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مکتب کے متعلق تفصیلی مضمون تحریر کیجئے۔

☆ مکتب کا مفہوم واضح کر کے مکتب پر جامع نوٹ لکھئے۔ (ملتان بورڈ 2006ء)

☆ اسلامی نظام تعلیم میں مکتب کی اہمیت بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2010ء)

جواب

مکتب

مکتب سے مراد:

مکتب معاشرہ میں تعلیم و تعلم کی درسگاہ کو کہا جاتا ہے۔ عام مفہوم کے مطابق سکولز، کالجز، یونیورسٹیز اور مدارس عربیہ وغیرہ اس کے

ذیل میں آتے ہیں لیکن اگر اس کے مفہوم کو وسیع تر کیا جائے تو ایک بچے کے لیے ماں کی گود بھی ایک مکتب ہے' اس کا گھر اور خاندان بھی ایک مکتب ہے' معاشرے کے ایک فرد کے لئے پورا معاشرہ خود بھی ایک مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ایک مکتب کی ہیئت میں ایک چار دیواری اور کلاس رومز وغیرہ بھی شامل ہوں بلکہ جہاں بھی ایک استاد اور ایک شاگرد تعلیم و تعلم میں مشغول ہوں گے وہ ایک مکتب ہو گا' خواہ وہ ایک وسیع و عریض عمارت ہو اور خواہ صرف ایک درخت کی چھاؤں یا ٹاٹ کا بوریا ہی کیوں نہ ہو۔

مکتب کی ضرورت و اہمیت:

اسلام نے علم اور تعلیم و تعلم کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور ظاہر ہے کہ جب علم اور تعلیم و تعلم ضروری ہیں تو کوئی ایسا مقام بھی نہایت ضروری ہے کہ جہاں علم اور تعلیم و تعلم میں مشغولیت کا انتظام ہو' اور یہی جگہ مکتب کہلائے گی۔ ذیل میں ہم تعلیم و تعلم اور مکتب کی ضرورت و اہمیت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کر رہے ہیں:

آیات قرآنیہ: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات ذکر کر رہے ہیں:

☆ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ .(96 العلق 1)
اپنے رب کے نام سے پڑھ کہ جس نے پیدا کیا۔

☆ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ .(39 الزمر 9)
آپ کہئے کہ کیا وہ لوگ کہ جو جاننے والے ہیں اور وہ لوگ کہ جو نہیں جانتے آپس میں برابر ہو سکتے ہیں۔

☆ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا .(20 طه 114)
اور کہہ کہ اے میرے ربّ! میرے علم میں اضافہ فرما۔

☆ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا .(35 فاطر 28)
بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ .(62 الجمعه 2)
اور (نبی) انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

احادیث نبویہ:

اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''تم میں سے بہترین وہ ہے کہ جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے۔''

☆ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

☆ ''عالم بنو یا متعلم بنو اور اس کے سوا تیسرے نہ بنو پس تم ہلاک ہو جاؤ گے۔''

☆ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں والے اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لئے خیر کی دعا کرتی ہیں۔''

☆ حضور اکرم ﷺ ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے۔ مسجد میں دو مجلسیں تھیں: ایک مجلس عبادت اور ذکر و اذکار میں اور دوسری تعلیم و تعلم میں مشغول تھی۔ آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے علماء کی محفل میں بیٹھ گئے کہ:

''دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں اور ان میں سے ایک دوسری سے افضل ہے۔ بہر حال یہ لوگ (عبادت میں مشغول) اللہ کو پکار رہے ہیں اور اس کی طرف اپنی رغبت کا اظہار کر رہے ہیں' پس اگر وہ چاہے تو انہیں عطا کر دے اور اگر چاہے تو ان سے روک دے' اور بہر حال یہ لوگ (تعلیم و تعلم میں مشغول) پس یہ فقہ سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو تعلیم دے

رہے ہیں اور یہی افضل ہیں اور بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

مکتب کے مقاصد و افادیت اور انسانی زندگی میں کردار و اثرات:

ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی و معاشرتی زندگی پر مکتب کے کردار و اثرات پر بحث کر رہے ہیں۔ انسانی زندگی پر مکتب کے انہی اثرات کو ہم مکتب کے فوائد یا مکتب کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں اور انہی فوائد کے حصول کی کوشش کو مکتب کے مقاصد کہا جا سکتا ہے:

انفرادی زندگی میں مقاصد و افادیت اور کردار و اثرات:

مکتب انسان کی انفرادی زندگی میں کئی طرح سے اثر انداز ہوتا ہے اور کئی طرح سے کردار ادا کرتا ہے۔ مکتب کے انہی اثرات کو ہم مکتب کے انفرادی فوائد یا مکتب کے انفرادی مقاصد بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند اہم کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

- ☆ مکتب سے ایک طالبعلم کی روحانی تربیت ہوتی ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم کی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنے میں معاون ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم میں حکمت و فلسفہ کا شعور پیدا کرتا ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم کے اخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور اس کی اخلاق تربیت کرتا ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم میں معاشی جستجو کی سوجھ بوجھ پیدا کرتا ہے کہ جس سے وہ اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسی کا دست نگر نہیں رہتا بلکہ خود اپنی اور گھر والوں کی بھی کفالت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم میں خدا شناسی اور اس کے ساتھ ساتھ خود شناسی بھی پیدا کرتا ہے۔
- ☆ مکتب میں غیر نصابی سرگرمیوں کی وجہ سے ایک طالبعلم کی جسمانی و ادبی تربیت ہوتی ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم کو سائنس اور معاشرت کی تعلیم دیتا ہے۔
- ☆ مکتب کی تعلیم سے ایک طالبعلم میں ذہنی و فکری پختگی پیدا ہوتی ہے۔
- ☆ مکتب ایک طالبعلم میں تحقیق کی صلاحیت کو ابھارتا ہے۔

اجتماعی زندگی میں مقاصد و افادیت اور کردار و اثرات:

مکتب انسان کی اجتماعی و معاشرتی زندگی میں بھی کئی طرح سے اثر انداز ہوتا ہے اور کئی طرح سے کردار ادا کرتا ہے۔ مکتب کے انہی اثرات کو ہم مکتب کے اجتماعی و معاشرتی فوائد یا مکتب کے اجتماعی و معاشرتی مقاصد بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند اہم کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

- ☆ مکتب میں چونکہ طلبہ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں تو اس سے ان میں ایک دوسرے کے لیے تعاون و ہمدردی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔
- ☆ مکتب میں طلبہ کے مل جل کر رہنے اور پھر ان میں دوستی کے رشتے استوار ہونے سے ان کے گھر والوں کے بھی آپس میں تعلقات بنتے ہیں اور معاشرتی روابط میں ترقی پیدا ہوتی ہے۔
- ☆ مکتب معاشرے میں اشاعت و ترویج علم کا کام سرانجام دیتا ہے۔
- ☆ مکتب سے طلبہ میں اتحاد و یکجہتی کی تربیت ہوتی ہے جو کہ مکتب سے فراغت کے بعد بھی ان کی معاشرتی زندگی میں کردار ادا کرتی ہے۔
- ☆ مکتب طلبہ میں مساوات کا شعور بھی پیدا کرتا ہے جو کہ معاشرتی مساوات کی بنیاد بنتا ہے۔
- ☆ مکتب میں مختلف فرقوں کے طلبہ کے میل جول سے ان میں مذہبی رواداری پیدا ہوتی ہے۔

☆ مکتب معاشرے کے لیے اچھے راہنما اور باصلاحیت قائدین پیدا کرتا ہے۔
☆ مکتب سے معاشرے میں جمہوری اقدار کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔
☆ مکتب اخوت اور بھائی چارہ پیدا کرنے میں بھی معاون و مددگار ہے۔
☆ مکتب تشہیر خیر میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

تاریخ اسلام میں مکتب کا مقام:

مکتب قبل از اسلام:

اسلام میں مکتب کے مقام کو صحیح طرح سمجھنے کے لیے ہمیں ایک نظر اسلام سے قبل کی مکتب کی صورتحال پر بھی کرنا ہوگی۔ اسلام سے قبل تعلیم و تعلم اور مکتب کی حدود انتہائی محدود تھیں۔ عمومی مفہوم کا مکتب یعنی سکول' کالج' یونیورسٹی یا مدرسہ وغیرہ کا تصور تو تقریباً ناپید تھا البتہ اگر مکتب کے وسیع تر مفہوم کو لیا جائے تو اس صورت میں مکتب خود بخود بن جایا کرتا ہے' اسے بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ماں کی گود' خاندان' گھر' کنبہ' قبیلہ' ماحول اور معاشرہ وغیرہ تو فطری طور پر بحیثیت مکتب موجود ہوتے ہیں۔ لیکن عمومی مفہوم کے مکتب کی صحیح معنوں میں ابتداء اسلام ہی نے کی ہے۔ اسلام سے قبل صرف مذہبی تعلیمات کا سرسری سا رواج موجود تھا لیکن باقاعدہ درس و تدریس تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ یونان میں البتہ مکتب کا کسی حد تک واضح تصور ملتا ہے اور مدینہ کے یہود کے ہاں بھی ''بیت المدارس'' کے نام سے کچھ درس گاہیں موجود تھیں۔

دورِ نبوی میں مکتب:

اسلام میں مکتب کا آغاز بعثت نبوی ﷺ کے دن سے ہی ہو جاتا ہے۔ غار حرا کو ہم پہلی اسلامی یونیورسٹی قرار دے سکتے ہیں کہ جس میں متعلم ہادیٔ عالم ﷺ تھے اور معلم بالواسطہ خود رب ذوالجلال تھا۔ اس مکتب کو ہم ''اقراء یونیورسٹی'' کا نام دے سکتے ہیں۔ پھر بعثت کے بعد مکی دور میں دار ارقم کی حیثیت ایک مکتب کی سی تھی۔ ہجرت کے فوراً بعد صفہ کا مدرسہ قائم کیا گیا کہ جسے بجا طور پر پہلا باقاعدہ اسلامی مکتب قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس مکتب میں ہوسٹل کی سہولت بھی موجود تھی کہ جس میں دور دراز کے علاقوں کے طلباء قیام کرتے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں میں مختلف اصحاب کو بھی تعلیمی مقاصد کے تحت بھیجا' غزوۂ بدر کے پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ دس دس بچوں کو تعلیم دینا مقرر کیا گیا' عورتوں کی تعلیم کے لئے حضور اکرم ﷺ نے ایک خاص دن مقرر فرمایا۔ یہ سب دورِ نبوی ﷺ میں مکتب کی واضح مثالیں ہیں۔

دور خلافت راشدہ میں مکتب:

حضور اکرم ﷺ کے بعد خلافت راشدہ میں بھی مکتب کی مزید واضح اور باقاعدہ مثالیں موجود ہیں۔ بڑے بڑے اصحاب رسول ﷺ کے باقاعدہ حلقہ ہائے درس قائم ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ کے حلقہ ہائے درس معروف تھے۔

مکتب دورِ خلافت راشدہ کے بعد:

دور خلافت راشدہ کے بعد بھی آج تک اسلامی تاریخ میں ہمیں بہت بڑے بڑے مکاتب و مدارس اور یونیورسٹیاں ملتی ہیں کہ جن سب کی تفصیل یہاں ممکن بھی نہیں ہے اور ضروری بھی نہیں ہے۔ لیکن بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ بعد کے ادوار میں بھی اسلامی تاریخ میں مکتب کو ہمیشہ ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ ائمہ اربعہ کے فقہی درس کے حلقے دورِ خلافت راشدہ سے بعد کے ہی ہیں' اسی طرح علوم حدیث کی تعلیم کے بڑے بڑے مراکز بھی آج تک اپنی بہاریں دکھا رہے ہیں' ایک دور میں علم تفسیر کی طرف توجہ علم حدیث کے مقابلہ میں کسی حد تک کم ہو گئی تھی لیکن پھر حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ نے دورۂ تفسیر کا آغاز کر کے علوم تفسیر کی طرف بھی دوبارہ بھرپور توجہ دلائی۔

سوال: استاد اور شاگرد کے حقوق و فرائض تفصیلاً بیان کیجئے۔
☆ شاگرد کے فرائض قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2006ء)
☆ ایک اچھے استاد کے فرائض بیان کریں۔ (سرگودھا بورڈ 2012ء)

جواب: استاد اور شاگرد کے حقوق و فرائض

استاد کے حقوق: (شاگرد کے فرائض)

ایک استاد ایک معاشرے میں نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے کی خوبصورتی یا معاشرے کے بگاڑ میں استاد کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے۔ اگر استاد اپنے طلبہ کو خلوص دل سے اچھی تربیت دے گا تو اچھے طلبہ کی یہ کھیپ ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل دے گی اور اگر استاد اپنے طلبہ کی تربیت میں کوتاہی کرے گا تو برے طلبہ پیدا ہوں گے کہ جو معاشرتی بگاڑ کا باعث بنیں گے۔ معلوم ہوا کہ معاشرے کی خوبصورتی یا معاشرے کے بگاڑ میں استاد کا کردار نہایت اہم ہے۔ معاشرے کا یہ اہم کردار اسی صورت میں معاشرتی اصلاح میں معاون ثابت ہو سکے گا کہ جب اسے مناسب حقوق ملیں گے۔

ذیل میں ہم اساتذہ کے چیدہ چیدہ حقوق پر ایک نظر کر رہے ہیں۔ اساتذہ کے یہ حقوق طلبہ کے فرائض ہوں گے:

1- تعظیم وتوقیر: ایک استاد کا بنیادی حق ہے کہ اس کی تعظیم وتوقیر کی جائے۔ استاد کا یہ حق صرف طلبہ ہی کے ذمہ نہیں ہے بلکہ معاشرہ کے ذمہ بھی ہے کہ معاشرہ میں استاد کو عزت و وقار دیا جائے۔

2- رعایت ادب: استاد کو صرف عزت و وقار کا مرتبہ و مقام دے دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ شاگرد اور طلبہ عملی طور پر استاد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھیں۔ وہ کوئی ایسی بات یا ایسا کام نہ کریں کہ جس میں استاد کی بے ادبی یا گستاخی کا پہلو ہو۔

3- خدمت: استاد کا یہ بھی حق ہے کہ طلبہ اس کی ہر ممکن خدمت کریں۔ اگر استاد طلبہ کے ذمے کوئی ذاتی کام بھی لگائے تو اسے بھی خوش دلی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔ استاد کے کام کو بوجھ بھی نہ سمجھیں اور اس سے تنگ دل بھی نہ ہوں۔

4- اطاعت: استاد کا کام اپنے طلبہ کی تعلیم وتربیت ہے اور اس تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں ظاہر ہے کہ وہ اپنے طلبہ کی ہر معاملہ میں بہتر راہنمائی کرے گا اور انہیں اچھی ہدایات دے گا۔ طلبہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ استاد کی ان ہدایات پر اچھی طرح سے عمل پیرا ہوں اور استاد کی اطاعت کریں۔

5- تقدس کا خیال: استاد کا رشتہ ایک مقدس رشتہ ہے۔ خود ہادئ عالم ﷺ کی حیثیت آپ ﷺ کے اپنے فرمان کے مطابق ایک معلم کی ہے۔ آپ ﷺ کی اس حیثیت سے اس رشتہ کے تقدس کا اظہار ہوتا ہے۔ طلبہ کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں استاد کے تقدس کا خیال رکھیں۔

6- تعلیم کو غور سے سننا: ایک استاد کو طلبہ کی تعلیم وتربیت ہی کے لئے استاد کی حیثیت دی جاتی ہے' لیکن اگر طلبہ استاد کی دی ہوئی تعلیم کی طرف ہی توجہ نہ کریں تو اس استادی وشاگردی کا کوئی فائدہ نہیں ہے' اس سے استاد کی ساری محنت ضائع چلی جائے گی۔ لہٰذا استاد کا یہ حق ہے کہ وہ طلبہ کو جو تعلیم دے رہا ہے طلبہ اسے غور سے سنیں اور سمجھنے کی بھی کوشش کریں۔

7- حسن ظن: طلبہ کو چاہئے کہ وہ اپنے استاد کے متعلق حسن ظن رکھیں۔ اس کے متعلق خواہ مخواہ کی بدظنی اور بدگمانی کو دل میں جگہ نہ دیں۔ اگر طلبہ اپنے استاد سے بدگمان ہوں گے تو استاد کے دوسرے حقوق کا بھی خیال نہ رکھ سکیں گے اور نہ ہی استاد سے صحیح طور پر کچھ سیکھ سکیں گے۔

8- مشکلات میں تعاون: ایک استاد بھی معاشرے میں رہنے والا ایک فرد ہے اور معاشرے میں رہنے والے دیگر افراد کی طرح وہ بھی

کئی قسم کے مسائل اور مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے۔ طلبہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی مشکلات میں اس کے ساتھ بھرپور تعاون کریں اور اسے مشکلات سے نکالنے کی کوشش کریں۔

9- عجز و انکسار: ایک استاد کا مرتبہ و مقام ہر لحاظ سے اپنے شاگردوں سے بڑھ کر ہے لہٰذا طلبہ کو اس کے سامنے عاجزی و انکساری سے کام لینا چاہئے۔ کسی قسم کی مالی یا نسبی فوقیت استاد سے شاگرد کا مقام نہیں بڑھا سکتی۔

10- بے جا سوالات سے پرہیز: تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں یہ بہت اچھی بات ہے کہ طلبہ اپنے اسباق سے متعلق اپنے اساتذہ سے سوالات کریں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سوالات مناسب انداز کے ہوں صرف استاد کو تنگ اور زچ کرنے یا اس کا امتحان لینے کی نیت سے بے جا سوالات نہ کئے جائیں۔

11- دعائے خیر: ایک استاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے شاگرد اور طلبہ اس کے لئے بھلائی اور خیر کی دعا کریں۔

12- مالی خدمت: ایک استاد نے چونکہ اپنے دن رات طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کر رکھے ہوتے ہیں اور وہ کسی ذریعہ معاش کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دے سکتا اس لئے اس کے طلبہ بلکہ معاشرے کے ذمہ بھی اس کا یہ حق ہے کہ اسے معاشی و اقتصادی مسائل اور الجھنوں سے نکالا جائے اور اس کی مناسب مالی خدمت کی جائے تاکہ وہ فکر معاش سے آزاد ہو کر طلبہ کی تعلیم و تربیت کی طرف یکسوئی کے ساتھ توجہ دے سکے۔

13- والد کا درجہ دینا: حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق استاد بھی ایک والد کی حیثیت رکھتا ہے۔ طلبہ اور شاگردوں کو چاہئے کہ وہ اپنے استاد کو یہی درجہ اور مقام دیں اور اس کا احترام کریں۔

14- ناراضگی پر معذرت: اگر استاد طلبہ کی کسی بات پر ناراض ہو جائے تو طلبہ کو یہ بھی چاہئے کہ وہ استاد کی ناراضگی دور کرنے کے لیے فوراً معذرت طلب کریں اور آئندہ شکایت کا موقع نہ دینے کا وعدہ بھی کریں۔

شاگرد کے حقوق: (استاد کے فرائض)

ایک طالبعلم اور شاگرد کسی معاشرے کا مستقبل ہوتا ہے اور اسی نے مستقبل میں معاشرے میں اہم کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ ایک اچھا طالبعلم اور شاگرد ہو گا تو مستقبل میں معاشرے میں بھی اچھا کردار ادا کر سکے گا لیکن اگر وہ ایک برا اور ناپسندیدہ طالبعلم ہو گا تو مستقبل میں معاشرے میں بھی برا کردار ہی ادا کرے گا۔ ایک طالبعلم کے اچھا طالبعلم بننے میں اس بات کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے کہ اسے اس کے استاد کی طرف سے مناسب توجہ اور مناسب حقوق حاصل ہوں۔

ذیل میں ہم طلبہ اور شاگردوں کے چیدہ چیدہ حقوق پر ایک نظر کر رہے ہیں۔ شاگردوں کے یہ حقوق اساتذہ کے فرائض ہوں گے:

1- تعلیم و تربیت پر توجہ: استاد کا کام شاگرد کی تعلیم و تربیت ہے۔ اگر ایک استاد اس پر توجہ نہیں دے رہا اور شاگردوں کی تعلیم و تربیت نہیں کر رہا تو گویا وہ اپنی ذمہ داری نہیں نبھا رہا۔ شاگرد کا یہ حق ہے کہ استاد کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دے۔

2- تفہیمانہ اندازِ تدریس: استاد کو یہ بھی چاہیے کہ وہ شاگردوں کو اس انداز میں اسباق پڑھائے کہ انہیں اسباق کی آسانی کے ساتھ سمجھ آ جائے۔ استاد کا انداز تدریس تفہیمانہ اور بات کو سمجھانے والا ہونا چاہئے نہ کہ الجھانے والا۔

3- وعظ و نصیحت: شاگرد کا یہ بھی حق ہے کہ استاد صرف اس کی تعلیم ہی کی طرف توجہ نہ دے اور ایسا نہ کرے کہ صرف سبق پڑھایا اور بس بلکہ اسے چاہئے کہ سبق کے علاوہ بھی اسے موقع بہ موقع اچھی وعظ و نصیحت کرتا رہے۔

4- شفقت: استاد کو اپنے شاگردوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ استاد کا رعب ہونا اچھی بات ہے لیکن اس قدر رعب بھی اچھا نہیں ہوتا کہ شاگرد صرف سہمے رہیں اور انہیں سبق میں کوئی الجھن بھی پیش آ رہی ہو تو بھی انہیں استاد سے سوال کرنے کی جرأت نہ ہو رہی ہو۔

5- خلوص ومحبت اور خیر خواہی: شاگردوں کا یہ بھی حق ہے کہ استاد کے دل میں ان کے لئے خلوص ومحبت اور خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ اگر استاد کے دل میں اپنے طلبہ اور شاگردوں کے لیے خیر خواہی کا جذبہ نہ ہوگا تو وہ انہیں پڑھانے میں بھی خلوص سے کام نہیں لے گا۔

6- سوالات کے مناسب جوابات: شاگردوں کا یہ بھی حق ہے کہ اگر ان کے ذہن میں اپنے سبق کے متعلق کوئی سوال یا اشکال پیدا ہو رہا ہو تو استاد اس کا مناسب جواب دے کر ان کی تسلی کریں۔ ایسے موقع پر صرف ڈانٹ کر بات پھیر دینا مناسب نہیں ہوتا۔ استاد کو اس کے لیے محنت کرنی چاہئے اور بھرپور مطالعہ رکھنا چاہئے تاکہ متوقع سوالات کے مناسب جوابات دیئے جاسکیں۔

7- بلندئ کردار کا عملی نمونہ: ایک شاگرد چونکہ اپنے استاد کی ہر بات کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اس لئے استاد کو چاہئے کہ وہ اپنے اخلاق وکردار میں اچھائی پیدا کرے تاکہ اس کے اخلاق وکردار کی پاکیزگی کو دیکھ کر طلبہ کے اخلاق وکردار کی بھی اصلاح ہو۔

8- احساسِ ذمہ داری: استاد نے چونکہ شاگرد کی ہر طرح سے اصلاح کرنا ہوتی ہے اس لئے اسے چاہئے کہ اس فریضے کو پوری ذمہ داری سے ادا کرے۔

9- ترغیب: استاد کو یہ بھی چاہئے کہ وہ اپنے شاگردوں میں حصولِ علم کا شوق پیدا کرے اور انہیں اس کی ترغیب دلائے۔

10- نفسیات کا خیال: استاد کو اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت کے دوران ان کی نفسیات کا بھی خیال کرنا چاہئے۔ اسی سے وہ انہیں اپنی بات کو اچھی طرح سمجھانے میں کامیاب ہو سکے گا۔

11- ذہنی استعداد کا خیال: نفسیات کے ساتھ ساتھ اسے اُن کی ذہنی استعداد کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ بہت چھوٹی کلاسوں کو اگر مشکل لیکچر دینا شروع کر دیا جائے تو طلبہ کچھ بھی نہ سمجھ سکیں گے۔

12- عفو ودرگزر: طلبہ سے غلطیاں یا کوتاہیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں، استاد کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر عفو ودرگزر ہی کا رویہ اپنائے۔

13- اخلاقی تربیت: طلبہ کی اخلاقی تربیت بھی استاد کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسے صرف نصاب کی تکمیل ہی کی طرف نہیں بلکہ ان کے اخلاق کی اصلاح کی طرف بھی توجہ رکھنی چاہئے۔

14- مساوات: ایک استاد کو اپنے شاگردوں میں مساوات کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ ایک اچھے ذہین اور باادب و بااخلاق شاگرد کی طرف کسی حد تک میلان ہو جانا تو ایک فطری بات ہے لیکن اسے یہ ہرگز نہیں چاہئے کہ وہ باقی طلبہ کی طرف توجہ میں کمی کر دے اور انہیں نظر انداز کرنے لگ جائے۔

15- تفویضِ علم: ایک شاگرد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا استاد اسے سکھانے اور سمجھانے میں کنجوسی سے کام نہ لے۔ استاد کو جس حد تک خود علم ہے اسے پوری دیانتداری سے طلبہ کو منتقل کرنا چاہئے۔

16- عمل کی تلقین: استاد کو یہ بھی چاہئے کہ وہ اپنے طلبہ کو حاصل کئے ہوئے علم پر عمل کی بھی تلقین کرے اور ان کے سامنے عمل کی اہمیت کو اجاگر کرے۔

17- صحبت و رفاقت: استاد کی مناسب صحبت و رفاقت حاصل ہونا بھی شاگردوں کا حق ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک انہیں استاد کی صحبت ہی نہ ملے گی وہ استاد سے کچھ سیکھ بھی نہ سکیں گے۔

18- سخت سزا سے پرہیز: شاگردوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر اگرچہ استاد کو مناسب حد تک سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کا حق حاصل ہے لیکن اسے شاگردوں کو سخت سزائیں دینے سے بہرحال پرہیز کرنا چاہیے۔

سوال: **اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسجد کے متعلق تفصیلی مضمون تحریر کیجئے۔**

☆ **مسجد کے مقاصد اور فوائد بیان کیجئے۔** (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

☆ **مسجد کی اہمیت اور فضیلت بیان کیجئے۔** (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

☆ **اسلامی معاشرے میں مسجد کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے کردار پر روشنی ڈالیے۔** (لاہور بورڈ 2006ء)

☆ **آداب مسجد تحریر کیجئے۔** (لاہور بورڈ 2007ء)

☆ **اسلامی معاشرہ میں مسجد کی اہمیت اور اس کے کردار پر روشنی ڈالیے۔** (ملتان بورڈ 2009ء)

جواب

مسجد

مسجد سے مراد:

مسجد جیم کے فتحہ (زبر) یا کسرہ (زیر) کے ساتھ ظرف مکان ہے اور اس کا لفظی معنی ہے: جھکنے کی جگہ۔ اصطلاح میں مسجد اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں انسان اپنی بے بسی کے اظہار کے ساتھ خداوند قدوس کی بارگاہ میں سربسجود ہو جائے۔

مسجد کی ضرورت واہمیت:

تخلیقِ انسانی پر عزازیل (ابلیس) اللہ کے حکم کے باوجود انسان کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر راندۂ درگاہ ہو گیا اور اسی وقت سے وہ انسان کو تباہی و بربادی کی طرف لے جانے کے حیلے کرنے میں مصروف ہے۔ چنانچہ کوئی نہ کوئی ایسا مقام ہونا ضروری ہے کہ جہاں نیک دل لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو کر اللہ کی عبادت میں مگن ہو سکیں، اور یہی مقام مسجد ہے۔

ذیل میں ہم مسجد کی ضرورت و اہمیت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کر رہے ہیں:

آیات قرآنیہ: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات ذکر کر رہے ہیں:

☆ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا .(72 الجن 18)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

☆ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ .(2 البقرہ 114)

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جو اللہ کی مسجدوں میں اس (اللہ) کا نام لیا جانے سے روکتا ہے۔

☆ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ .(7 الاعراف 31)

اے آدمؑ کی اولاد! ہر مسجد میں (جاتے ہوئے) اپنی زینت کر لیا کرو۔

☆ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ .(9 التوبہ 18)

بے شک اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا

ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

☆ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ .(24 النور 36)

ان گھروں میں کہ جن کو بلند کرنے کا اور ان میں اللہ کا نام لینے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ ان میں صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

احادیث نبویہ:

اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''خدا کے نزدیک آبادیوں میں سے محبوب ترین مقام مساجد ہیں۔''

☆ ''جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔''

☆ ''اگر تم کسی شخص کو مسجد کی دیکھ بھال کرتا دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔''

☆ ''مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔''

☆ ''اللہ مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنا عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔''

مسجد کے مقاصد وافادیت اور انسانی زندگی میں کردار واثرات:

ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی ومعاشرتی زندگی پر مسجد کے کردار واثرات پر بحث کر رہے ہیں۔ انسانی زندگی پر مسجد کے انہی اثرات کو ہم مسجد کے فوائد یا مسجد کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں اور انہی فوائد کے حصول کی کوشش کو مسجد کے مقاصد کہا جا سکتا ہے۔:

انفرادی زندگی میں مقاصد وافادیت اور کردار واثرات:

مسجد انسان کی انفرادی زندگی میں کئی طرح سے اثر انداز ہوتی ہے اور کئی طرح سے کردار ادا کرتی ہے۔ مسجد کے انہی اثرات کو ہم مسجد کے انفرادی فوائد یا مسجد کے انفرادی مقاصد بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند اہم کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

☆ مسجد میں جاتے ہوئے چونکہ طہارت وپاکیزگی کا خیال رکھنا ہوتا ہے اس سے بندے میں طہارت وپاکیزگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ ہر وقت پاکیزہ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

☆ نمازوں کے اوقات کی پابندی کی وجہ سے بندے میں پابندئ وقت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

☆ مسجد کی وجہ سے بندے کی عبادات میں باقاعدگی پیدا ہوتی ہے۔

☆ اللہ کی بارگاہ میں عاجزانہ حاضری سے بندے میں عجز وانکسار پیدا ہوتا ہے۔

☆ مساجد افراد کی روحانی تربیت کے اہم مراکز ہیں۔

☆ مساجد بندے کو فواحش سے روکتی ہیں اور اس کے اخلاق وکردار کی اصلاح کرتی ہیں۔

☆ مساجد کی وجہ سے بندے میں اللہ کے ذکر کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

☆ چونکہ نماز میں ستر ڈھانپنا شرط ہے تو اس سے بندے میں ستر پوشی کی عادت پختہ ہوتی ہے۔

☆ مساجد میں چونکہ لایعنی باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہوتا ہے تو اس سے بندے میں اپنی خواہشات نفس پر کنٹرول پیدا ہوتا ہے۔

☆ مسجد میں پانچ وقت باقاعدہ حاضری کی عادت سے بندے کے دیگر امور ومعاملات کے متعلق بھی اس میں باقاعدگی پیدا ہوتی ہے۔

اجتماعی زندگی میں مقاصد وافادیت اور کردار واثرات:

مسجد انسان کی اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں بھی کئی طرح سے اثر انداز ہوتی ہے اور کئی طرح سے کردار ادا کرتی ہے۔ مسجد کے انہی اثرات کو ہم مسجد کے اجتماعی ومعاشرتی فوائد یا مسجد کے اجتماعی ومعاشرتی مقاصد بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند اہم کی

طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

☆ مساجد آپس کے اتحاد و یکجہتی کا درس دیتی ہے۔
☆ مساجد میں پانچ وقت کے آپس کے میل جول سے باہمی تعاون اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔
☆ امام کے پیچھے پیچھے نماز کے سارے ارکان کی ادائیگی سے اطاعت امیر کا درس ملتا ہے۔
☆ پانچ وقت کے آپس کے میل جول سے آپس میں اخوت اور بھائی چارہ بھی پیدا ہوتا ہے۔
☆ چونکہ نماز میں امیر و غریب اور بڑے چھوٹے سب ایک ہی صفت میں کھڑے ہوتے ہیں تو اس سے آپس میں مساوات کا درس حاصل ہوتا ہے اور معاشرتی مساوات قائم ہوتی ہے۔
☆ مسجد میں چونکہ نہایت دھیمے انداز میں گفتگو کرنا ہوتی ہے اور فضولیات سے اجتناب کرنا ہوتا ہے تو اس سے معاشرے میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج ہوتی ہے۔
☆ پانچ وقت کی مسجد میں حاضری سے مرکز سے وابستگی کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے۔
☆ مسجد معاشرے میں اشاعت علم اور اشاعت دین کا مرکز بھی ہے۔ خطبات جمعہ لوگوں کو دین سکھانے میں معاون ہیں۔ علاوہ ازیں مساجد میں تعلیمی مراکز بھی قائم کیے جاتے ہیں۔
☆ مسجد میں ایک دوسرے کے ساتھ میل جول اور اچھے اخلاق کے مظاہرے سے آداب معاشرت کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔
☆ چونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا .(72 الجن 18)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

تو اب اگر اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے تمام فرقے صرف اللہ کو پکارنے والے بن جائیں اور غیر اللہ کی پکار چھوڑ دیں تو ان کے آپس کے فرقہ وارانہ اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں مسجد کا مقام اور حیثیت:

تاریخ اسلام میں کئی لحاظ سے مسجد کا مقام اور اس کی حیثیت مسلم رہی ہے۔ ذیل میں ہم اس کے چند پہلوؤں کا ذکر کر رہے ہیں:

1- مذہبی حیثیت: مسجد کی سب سے بنیادی حیثیت جو کہ قرونِ اولیٰ میں بھی تھی اور اللہ کے فضل سے اب تک بھی ہے وہ مذہبی حیثیت ہے۔ نماز با جماعت، خطبہ جمعہ، اعتکاف، تراویح اور دیگر عبادات کے علاوہ مذہبی اجتماعات کے لئے بھی عموماً مساجد ہی کو منتخب کیا جاتا ہے۔

2- سیاسی حیثیت: حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں بلکہ بعد کے کئی اموی وعباسی خلفاء کے دور میں بھی مسجد کی مذہبی حیثیت کے ساتھ ساتھ اس کی سیاسی حیثیت بھی مسلم تھی۔ وفود کو ٹھہرانا اور ان سے مذاکرات کرنا مسجد ہی میں ہوا کرتا تھا۔ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک کی بیعت خلافت مسجد ہی میں لی گئی اور سب نے مسجد میں ہی اپنا خطبہ خلافت ارشاد فرمایا۔

3- انتظامی حیثیت: سیاسی امور کے علاوہ انتظامی امور کی نگرانی کے لیے بھی مسجد بطور مرکز استعمال ہوتی تھی۔ مال غنیمت کی تقسیم، ہنگامی چندہ اکٹھا کرنا، عدالتی امور کی انجام دہی وغیرہ جیسے امور کے لیے مسجد ہی کو استعمال کیا جاتا۔

4- تعلیمی حیثیت: دورِ نبوی ﷺ میں اور اس کے بعد بھی کئی صدیوں تک مساجد تعلیمی مراکز کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہیں، بلکہ آج تک بھی بہت سی مساجد میں تعلیم و تدریس کے حلقے قائم ہیں۔

5- تہذیبی حیثیت: تہذیبی لحاظ سے بھی مساجد کی حیثیت دورِ نبوی ﷺ سے اب تک برقرار ہے۔ مساجد اہل اسلام کا امتیازی نشان ہیں، جس آبادی میں مسجد نظر آ جائے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ نہ کچھ مسلمان ضرور آباد ہیں۔ علاوہ ازیں مساجد مسلمانوں کی شوکت کا بھی

خوبصورت اظہار ہیں۔

6- مشاورتی حیثیت: حضور اکرم ﷺ اور خلفائے اربعہ کے دور میں اور بعد کے کئی خلفاء کے ادوار میں بھی مسجد کی مشاورتی حیثیت رہی۔ مرکزی سطح پر اگرچہ یہ مشاورتی حیثیت آج کے دور میں مفقود ہے لیکن محلوں کے مسائل کی مشاورت خصوصاً دیہاتی علاقوں میں آج بھی مساجد میں ہوتی ہے۔

7- جہادی حیثیت: حضور اکرم ﷺ جہاد کے لیے لشکروں کی بھرتی' ان کی تیاری اور روانگی کے سارے انتظامات مسجد میں ہی فرمایا کرتے تھے۔ جنگی اعلانات مسجد سے ہی کئے جاتے' ہنگامی حالات میں لوگوں کو مسجد میں ہی جمع کیا جاتا۔ آپ ﷺ کے بعد بھی کافی عرصہ تک یہ حیثیت برقرار رہی۔

8- عمومی معاشرتی حیثیت: مساجد میں پانچ وقت کی نماز کے لئے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں اس طرح ان کی آپس میں ملاقات اور ان کے مسائل سے ایک دوسرے کو آگاہی ہوتی ہے۔

مسجد کے آداب:

مساجد اللہ کا گھر ہیں اور ان کا احترام لازمی وضروری ہے۔ ذیل میں ہم مسجد کے آداب کے سلسلہ میں چند اہم باتوں کا ذکر کر رہے ہیں:

- ☆ مسجد میں داخل ہوتے دائیاں پاؤں پہلے اندر رکھنا چاہیئے۔
- ☆ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔"اللھم افتح لی ابواب رحمتک."
- ☆ مسجد میں داخل ہو کر دو نفل پڑھنا بھی سنت ہے۔ ان نوافل کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔
- ☆ مسجد میں صرف اللہ کو پکارا جائے' غیر اللہ کی عبادت اور ان کی پکار کہیں بھی جائز نہیں ہے۔
- ☆ مسجد میں پاکیزہ حالت میں داخل ہوا جائے۔
- ☆ بدبودار چیز کھا کر یا ساتھ لے کر مسجد میں داخل نہیں ہونا چاہیئے۔
- ☆ مسجد میں دنیاوی باتوں اور فضولیات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔
- ☆ مسجد میں بھاگ دوڑ' صفیں پھلانگنا اور شور وغل اور کوئی بھی ایسا کام کرنا کہ جس سے مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہو منع ہے۔
- ☆ مسجد میں بلند آواز سے بات چیت اور قہقہے لگانے سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔
- ☆ مسجد میں کسی بھی قسم کی گندگی و غلاظت پھیلانے کی سخت ممانعت ہے۔
- ☆ مسجد میں لڑائی جھگڑے' گالی گلوچ' دنگا و فساد اور کسی کو کسی بھی طرح سے اذیت پہنچانا نہایت غلط اور ممنوع ہے۔
- ☆ مسجد میں نمازیوں کے سامنے سے گزرنے کی بھی شدید ممانعت ہے۔
- ☆ مسجد میں خرید و فروخت کرنا یا گمشدہ چیز کا اعلان کرنا بھی منع ہے۔
- ☆ مسجد میں کسی بھی اجتماع میں حاضری کے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ پہلے سے موجود افراد کو ان کی جگہ سے ہٹا کر یا انہیں پیچھے کر کے ان کی جگہ پر بیٹھنا یا ان کے کندھوں کو پھلانگ کر آگے جانا مناسب نہیں ہے بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جانا چاہیئے۔
- ☆ نماز جمعہ کے لئے غسل کر کے صاف ستھرا لباس پہن کر اور خوشبو لگا کر جانا سنت ہے۔
- ☆ خطبہ جمعہ میں حاضری ہو تو خاموشی سے خطبہ سننا چاہیئے۔
- ☆ مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالنا چاہیئے۔
- ☆ مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا ی پڑھنی چاہیئے:"اللھم انی اسئلک من فضلک و رحمتک."

☆☆☆☆